إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے انکو بھی جو بھٹک گئے اسکی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے انکو بھی جو راہِ راست پر ہیں۔

القرآن الكريم ترجمه و تفسير

مترجم

مولانا محمد صاحب جوناگڑھی

تفسیر: مولانا صلاح الدین یوسف

الْقلم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ن ...
نٓ
... وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ (١)
قسم ہے قلم کی اور اس کی جو کچھ کہ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔
مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ (٢)
تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔
وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ (٣)
اور بے شک تیرے لیے بے انتہا اجر ہے۔
وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (٤)
اور بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ (٥)

پس اب تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے۔

بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ (٦)

کہ تم میں سے کون فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ...

بیشک تیرا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو خوب جانتا ہے'

... وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (٧)

اور وہ راہ یافتہ لوگوں کو بھی بخوبی جانتا ہے۔

ن ...

نٓ'

نٓ' اسی طرح حروف مقطعات میں سے ہے' جیسے اس سے قبل صٓ' قٓ اور دیگر فواتح سور گزر چکے ہیں۔

... وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ (١)

قسم ہے قلم کی اور اس کی جو کچھ کہ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔

قلم کی قسم کھائی' جس کی اس لحاظ سے ایک اہمیت ہے کہ اس کے ذریعے سے تبیین و توضیح ہوتی ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ خاص قلم ہے جسے اللہ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اس کو تقدیر لکھنے کا حکم دیا۔
چنانچہ اس نے ابد تک ہونے والی ساری چیزیں لکھ دیں۔ **سنن ترمذی**

...وَمَا يَسْطُرُونَ

يَسْطُرُونَ کا مرجع اصحاب قلم ہیں' جس پر قلم کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ آلۂ کتابت کا ذکر کاتب کے وجود کو مستلزم ہے۔
مطلب ہے کہ اس کی بھی قسم جو لکھنے والے لکھتے ہیں' یا پھر مرجع فرشتے ہیں' جیسے ترجمے سے واضح ہے۔

مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ (٢)

تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔

یہ جواب قسم ہے' جس میں کفار کے قول کا رد ہے' وہ آپ کو مجنون (دیوانہ) کہتے تھے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (**الحجر'٦**)

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ (٣)

اور بے شک تیرے لیے بے انتہا اجر ہے۔

فریضۂ نبوت کی ادائیگی میں جتنی زیادہ تکلیفیں برداشت کیں اور دشمنوں کی باتیں تو نے سنی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

مَنّ کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔

وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ (٤)

اور بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔

خُلُقٍ عَظِيمٍ سے مراد اسلام، دین یا قرآن ہے مطلب ہے کہ تو اس خلق پر ہے جس کا حکم اللہ نے تجھے قرآن میں یا دین اسلام میں دیا ہے۔

یا اس سے مراد وہ تہذیب و شائستگی، نرمی اور شفقت، امانت و صداقت، حلم و کرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں، جس میں آپ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی۔ اسی لیے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ صحيح مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب خلق عظیم کے مذکورہ دونوں مفہوموں پر حاوی ہے۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ (٥)

پس اب تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے۔

یعنی جب حق واضح ہو جائے گا اور سارے پردے اٹھ جائیں گے۔ اور یہ قیامت کے دن ہو گا۔

بعض نے اسے جنگ بدر سے متعلق قرار دیا ہے۔

بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ (٦)

کہ تم میں سے کون فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ...

بیشک تیرا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو خوب جانتا ہے،

... وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (٧)

اور وہ راہ یافتہ لوگوں کو بھی بخوبی جانتا ہے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ (٨)
پس تو جھٹلانے والوں کی نہ مان۔
وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ (٩)
وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔
وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (١٠)
اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا۔
هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ (١١)
بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور۔
مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (١٢)
بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھ جانے والا گنہگار۔
عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (١٣)
گردن کش پھر ساتھ ہی بے نسب ہو۔
أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ (١٤)
اس کی سرکشی صرف اس لیے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے۔
إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (١٥)
جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے قصے ہیں۔
سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ (١٦)
ہم بھی اس کی سونڈ (ناک) پر داغ دیں گے۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ (٨)

پس تو جھٹلانے والوں کی نہ مان۔

اطاعت سے مراد یہاں وہ مدارات ہے جس کا اظہار انسان اپنے ضمیر کے خلاف کرتا ہے۔
یعنی مشرکوں کی طرف جھکنے اور ان کی خاطرمدارات کی ضرورت نہیں ہے۔

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ (٩)

وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔

یعنی وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ان کے معبودوں کے بارے میں نرم رویہ اختیار کرے تو وہ بھی تیرے بارے میں نرم رویہ اختیار کریں لیکن باطل کے ساتھ مداہنت کا نتیجہ ہو گا کہ باطل پرست اپنی باطل پرستی کو چھوڑنے میں ڈھیلے ہو جائیں گے۔اس لیے حق میں مداہنت حکمت تبلیغ اور کار نبوت کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (١٠)

اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا۔

هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ (١١)

بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور۔

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (١٢)

بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھ جانے والا گنہگار۔

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (١٣)

گردن کش پھر ساتھ ہی بے نسب ہو۔

یہ ان کافروں کی اخلاقی پستیوں کا ذکر ہے جن کی خاطر پیغمبر کو مداہنت کرنے سے روکا جا رہا ہے۔
یہ صفات ذمیمہ کسی ایک شخص کی بیان کی گئی ہیں یا عام کافروں کی؟ پہلی بات کا مأخذ اگرچہ بعض روایتیں ہیں، مگر وہ غیر مستند ہیں۔اس لیے مقصود عام یعنی ہر وہ شخص ہے جس میں مذکورہ صفات پائی جائیں۔

زَنِيمٌ، ولد الحرام یا مشہور و بدنام۔

أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ (١٤)

اس کی سرکشی صرف اس لیے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے۔

یعنی مذکورہ اخلاقی قباحتوں کا ارتکاب وہ اس لیے کرتا ہے کہ اللہ نے اسے مال اور اولاد کی نعمتوں سے نوازا ہے یعنی وہ شکر کے بجائے کفران نعمت کرتا ہے۔

بعض نے اسے وَلَا تُطِعْ کے متعلق قرار دیا ہے۔یعنی جس شخص کے اندر یہ خرابیاں ہوں، اس کی بات صرف اس لیے مان لی جائے کہ وہ مال و اولاد رکھتا ہے؟

إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (١٥)

جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے قصے ہیں۔

سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ (١٦)

ہم بھی اس کی سونڈ (ناک) پر داغ دیں گے۔

بعض کے نزدیک اس کا تعلق دنیا سے ہے' مثلاً کہا جاتا ہے کہ جنگ بدر میں ان کافروں کی ناکوں کو تلواروں کا نشانہ بنایا گیا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ قیامت والے دن جہنمیوں کی علامت ہوگی کہ ان کی ناکوں کو داغ دیا جائے گا۔ یا اس کا مطلب چہروں کی سیاہی ہے۔ جیسا کہ کافروں کے چہرے اس دن سیاہ ہوں گے۔
بعض کہتے ہیں کہ کافروں کا یہ حشر دنیا اور آخرت دونوں جگہ ممکن ہے۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ ...
بیشک ہم نے انہیں اسی طرح آزما لیا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا
... إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ (١٧)
جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کے پھل اتار لیں گے۔
وَلَا يَسْتَثْنُونَ (١٨)
اور ان شاء اللہ نہ کہا۔
فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ (١٩)
پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چاروں طرف گھوم گئی اور یہ سو ہی رہے تھے۔
فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ (٢٠)
پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔
فَتَنَادَوا مُصْبِحِينَ (٢١)
اب صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔

أَنِ اغْدُوا عَلَى حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ (٢٢)

کہ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چل پڑو۔

فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ (٢٣)

پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔

أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ (٢٤)

کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آنے پائے۔

وَغَدَوْا عَلَى حَرْدٍ قَادِرِينَ (٢٥)

اور لپکے ہوئے صبح صبح گئے۔(سمجھ رہے تھے) کہ ہم قابو پا گئے۔

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ (٢٦)

جب انہوں نے باغ دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ (٢٧)

نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔

قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ (٢٨)

ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم اللہ کی پاکیزگی کیوں نہیں بیان کرتے؟

قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ (٢٩)

تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم ہی ظالم تھے۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ (٣٠)

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے۔

قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ (٣١)

کہنے لگے ہائے افسوس! یقیناً ہم سرکش تھے۔

عَسَى رَبُّنَا أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَى رَبِّنَا رَاغِبُونَ (٣٢)

کیا عجب ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے دے

كَذَلِكَ الْعَذَابُ ...

یوں ہی آفت آتی ہے

...وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (٣٣)

اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے۔ کاش انہیں سمجھ ہوتی۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ ...

بیشک ہم نے انہیں اسی طرح آزما لیا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا

مراد اہل مکہ ہیں۔ یعنی ہم نے ان کو مال و دولت سے نوازا' تاکہ وہ اللہ کا شکر کریں' نہ کہ کفر و تکبر۔ لیکن انہوں نے کفر و استکبار کا راستہ اختیار کیا تو ہم نے انہیں بھوک اور قحط کی آزمائش میں ڈال دیا' جس میں وہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی بددعا کی وجہ سے کچھ عرصہ مبتلا رہے۔

...كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ ...

باغ والوں کا قصہ عربوں میں مشہور تھا۔

یہ باغ صَنْعَآء (یمن) سے دو فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ اس کا مالک اس کی پیداوار میں سے غربا و مساکین پر بھی خرچ کرتا تھا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد جب اس کی اولاد اس کی وارث بنی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے تو اپنے اخراجات ہی بمشکل پورے ہوتے ہیں' ہم اس کی آمدنی میں سے مساکین اور سائلین کو کس طرح دیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس باغ کو ہی تباہ کر دیا۔

کہتے ہیں یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تھوڑے عرصے بعد ہی پیش آیا۔ (فتح القدیر)
یہ ساری تفصیل تفسیری روایات کی ہے۔

... إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ (١٧)

جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کے پھل اتار لیں گے۔

صَرَمٌ کے معنی ہیں' پھل اور کھیتی کا کاٹنا'
مُصْبِحِيْنَ حال ہے۔
یعنی صبح ہوتے ہی پھل اتار لیں گے اور پیداوار کاٹ لیں گے۔

وَلَا يَسْتَثْنُونَ (١٨)

اور ان شاء اللہ نہ کہا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ (١٩)

پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چاروں طرف گھوم گئی اور یہ سو ہی رہے تھے۔

بعض کہتے ہیں' راتوں رات اسے آگ لگ گئی' بعض کہتے ہیں' جبرائیل علیہ السلام نے آکر اسے تہس نہس کر دیا۔

فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ (٢٠)

پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔

یعنی جس طرح کھیتی کٹنے کے بعد خشک ہو جاتی ہے' اس طرح سارا باغ اجڑ گیا۔
بعض نے ترجمہ کیا ہے' سیاہ رات کی طرح ہو گیا۔ یعنی جل کر۔

فَتَنَادَوا مُصْبِحِينَ (٢١)

اب صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔

أَنِ اغْدُوا عَلَى حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ (٢٢)

کہ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چل پڑو۔

فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ (٢٣)

پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔

یعنی باغ کی طرف جانے کے لیے ایک تو صبح صبح نکلے۔ دوسرے آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے گئے تاکہ کسی کو ان کے جانے کا علم نہ ہو۔

أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ (٢٤)

کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آنے پائے۔

یعنی وہ ایک دوسرے کو کہتے رہے کہ آج کوئی باغ میں آکر ہم سے کچھ نہ مانگے جس طرح ہمارے باپ کے زمانے میں آیا کرتے تھے اور اپنا حصہ لے جاتے تھے۔

وَغَدَوْا عَلَى حَرْدٍ قَادِرِينَ (٢٥)

اور لپکے ہوئے صبح صبح گئے۔ (سمجھ رہے تھے) کہ ہم قابو پا گئے۔

حَرْدٍ کے ایک معنی تو قوت وشدت' کیے گئے ہیں' جس کو مترجم مرحوم نے " لپکے ہوئے " سے تعبیر کیا ہے۔
بعض نے غصہ اور حسد کیے ہیں' یعنی مساکین پر غیظ و غضب کا اظہار یا حسد کرتے ہوئے۔

... قادِرِينَ

قَادِرِیْنَ حال ہے یعنی اپنے معاملے کا انہوں نے اندازہ کر لیا'
یا اپنے زعم میں انہوں نے اپنے باغ پر قدرت حاصل کر لی'
یا مطلب ہے مساکین پر انہوں نے قابو پا لیا۔

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ (٢٦)

جب انہوں نے باغ دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔

یعنی باغ والی جگہ کو راکھ کا ڈھیر یا اسے تباہ و برباد دیکھا۔

قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ...

یعنی پہلے پہل تو ایک دوسرے کو کہا۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ (٢٧)

نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔

پھر جب غور کیا تو جان گئے کہ یہ آفت زدہ اور تباہ شدہ باغ ہمارا ہی باغ ہے جسے اللہ نے ہمارے طرز عمل کی پاداش میں ایسا کر دیا ہے اور واقعی یہ ہماری حرماں نصیبی ہے۔

قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ (٢٨)

ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم اللہ کی پاکیزگی کیوں نہیں بیان کرتے؟

بعض نے تسبیح سے مراد یہاں إِنْ شَاءَ اللهُ کہنا مراد لیا ہے۔

قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ (٢٩)

تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم ہی ظالم تھے۔

یعنی اب انہیں احساس ہوا کہ ہم نے اپنے باپ کے طرز عمل کے خلاف قدم اٹھا کر غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کی سزا اللہ نے ہمیں دی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معصیت کا عزم اور اس کے لیے ابتدائی اقدامات بھی' ارتکاب معصیت کی طرح جرم ہے جس پر مؤاخذہ ہو سکتا ہے' صرف وہ ارادہ معاف ہے جو وسوسے کی حد تک رہتا ہے۔

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ (٣٠)

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے۔

قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ (٣١)

کہنے لگے ہائے افسوس! یقیناً ہم سرکش تھے۔

عَسَى رَبُّنَا أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَى رَبِّنَا رَاغِبُونَ (٣٢)

کیا عجب ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے دے

کہتے ہیں کہ انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ اب اگر اللہ نے ہمیں مال دیا تو اپنے باپ کی طرح اس میں سے غرباء مساکین کا حق بھی ادا کریں گے۔ اسی لیے ندامت اور توبہ کے ساتھ رب سے امیدیں بھی وابستہ کیں۔

كَذَلِكَ الْعَذَابُ ...

یوں ہی آفت آتی ہے

یعنی اللہ کے حکم کی مخالفت اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں بخل کرنے والوں کو ہم دنیا میں اسی طرح عذاب دیتے ہیں۔ (اگر ہماری مشیت اس کی مقتضی ہو)

...وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (٣٣)

اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے۔ کاش انہیں سمجھ ہوتی۔

لیکن افسوس وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے' اس لیے پروا نہیں کرتے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ (٣٤)

پرہیز گاروں کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ (٣٥)

کیا ہم مسلمانوں کو مثل گناہ گاروں کے کر دیں گے۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (٣٦)

تمہیں کیا ہو گیا' کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ (٣٧)

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟

إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ (٣٨)

کہ اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں؟

أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ...
یا تم نے ہم سے کچھ قسمیں لی ہیں؟ جو قیامت تک باقی رہیں کہ
...إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ (٣٩)
تمہارے لیے وہ سب ہے جو تم اپنی طرف سے مقرر کرلو۔
سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ (٤٠)
ان سے پوچھو تو کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار (اور دعویدار) ہے؟
أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ...
کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟
... فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ (٤١)
تو چاہیے کہ اپنے اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر یہ سچے ہیں۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ (٣٤)

پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ (٣٥)

کیا ہم مسلمانوں کو مثل گناہ گاروں کے کر دیں گے۔

مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اگر قیامت ہوئی تو وہاں بھی ہم مسلمانوں سے بہتر ہی ہوں گے' جیسے دنیا میں ہم مسلمانوں سے زیادہ آسودہ حال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا'

یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم مسلمانوں یعنی اپنے فرماں برداروں کو مجرموں یعنی نافرمانوں کی طرح کر دیں؟ مطلب ہے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے خلاف دونوں کو یکساں کر دے۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (٣٦)

تمہیں کیا ہو گیا' کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ (٣٧)

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟

جس میں یہ بات لکھی ہو جس کا تم دعوی کر رہے ہو' کہ وہاں بھی تمہارے لیے وہ کچھ ہو گا جسے تم پسند کرتے ہو؟

إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا يَتَخَيَّرُونَ (٣٨)

کہ اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں؟

أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ...

یا تم نے ہم سے کچھ قسمیں لی ہیں؟ جو قیامت تک باقی رہیں کہ

...إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ (٣٩)

تمہارے لیے وہ سب ہے جو تم اپنی طرف سے مقرر کرلو۔

یا ہم نے تم سے پکا عہد کر رکھا ہے' جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے کہ تمہارے لیے وہی کچھ ہو گا جس کا تم اپنی بابت فیصلہ کرو گے۔

سَلْهُم أَيُّهُم بِذَلِكَ زَعِيمٌ (٤٠)

ان سے پوچھو تو کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار (اور دعویدار) ہے؟

کہ وہ قیامت والے دن ان کے لیے وہی کچھ فیصلہ کروائے گا جو اللہ تعالی مسلمانوں کے لیے فرمائے گا۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاء ...

کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟

... فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ (٤١)

تو چاہیے کہ اپنے اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر یہ سچے ہیں۔

یا جن کو انہوں نے شریک ٹھہرا رکھا ہے' وہ ان کی مدد کر کے ان کو اچھا مقام دلوا دیں گے؟
اگر ان کے شریک ایسے ہیں تو ان کو سامنے لائیں تاکہ ان کی صداقت واضح ہو۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ (٤٢)

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو (سجدہ) نہ کر سکیں گے۔

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ...

نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت و خواری چھا رہی ہو گی'

...وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ (٤٣)
حالانکہ یہ سجدے کے لیے (اس وقت بھی) بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔
فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ...
پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے
...سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (٤٤)
ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو گا۔
وَأُمْلِي لَهُمْ ...
اور میں انہیں ڈھیل دوں گا'
... إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (٤٥)
بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔
أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ (٤٦)
کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے جس کے تاوان سے یہ دبے جاتے ہوں۔
أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ (٤٧)
یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جسے وہ لکھتے ہوں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ (٤٢)

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو (سجدہ) نہ کر سکیں گے۔

بعض نے کشف ساق سے مراد قیامت کے شدائد اور اس کی ہولناکیاں لی ہیں لیکن ایک صحیح حدیث میں اس کی تفسیر اس طرح بیان ہوئی ہے کہ

قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا' (جس طرح کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو ہر مومن مرد اور عورت اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے' البتہ وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دکھلاوے اور شہرت کے لیے سجدے کرتے تھے' وہ سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی ریڑھ کی ہڈی کے منکے' تختے کی طرح ایک ہڈی بن جائیں گے جس کی وجہ سے ان کے لیے جھکنا ناممکن ہو جائے گا صحیح بخاری

اللہ تعالیٰ کی یہ پنڈلی کس طرح کی ہوگی؟ اسے وہ کس طرح کھولے گا؟
اس کیفیت کو ہم جان سکتے ہیں نہ بیان کر سکتے ہیں۔ اس لیے جس طرح ہم بلا کیف و بلا تشبیہ اس کی آنکھوں' کان' ہاتھ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں' اسی طرح پنڈلی کا ذکر بھی قرآن اور حدیث میں ہے' اس پر بلا کیف ایمان رکھنا ضروری ہے۔

یہی سلف اور محدثین کا مسلک ہے۔

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ...

نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت و خواری چھا رہی ہو گی'

یعنی دنیا کے برعکس ان کا معاملہ ہوگا' دنیا میں تکبر و عناد کی وجہ سے ان کی گردنیں اکڑی ہوتی تھیں۔

...وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ (٤٣)

حالانکہ یہ سجدے کے لیے (اس وقت بھی) بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔

یعنی صحت مند اور توانا تھے' اللہ کی عبادت میں کوئی چیز ان کے لیے مانع نہیں تھی۔ لیکن دنیا میں اللہ کی عبادت سے یہ دور رہے۔

فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ...

پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے

یعنی میں ہی ان سے نمٹ لوں گا' تو ان کی فکر نہ کر۔

...سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (٤٤)

ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو گا۔

یہ اسی استدراج (ڈھیل دینے) کا ذکر ہے جو قرآن میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے اور حدیث میں بھی وضاحت کی گئی ہے کہ نافرمانی کے باوجود' دنیوی مال و اسباب کی فراوانی' اللہ کا فضل نہیں ہے' اللہ کے قانون امہال کا نتیجہ ہے' پھر جب وہ گرفت کرنے پر آتا ہے تو کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔

وَأُمْلِي لَهُمْ ...

اور میں انہیں ڈھیل دوں گا'

... إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ (٤٥)

بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

یہ گزشتہ مضمون ہی کی تاکید ہے۔
کَیْدٌ خفیہ تدبیر اور چال کو کہتے ہیں' اچھے مقصد کے لیے ہو تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔
اسے اردو زبان کا کید نہ سمجھا جائے جس میں ذم ہی کا مفہوم ہوتا ہے۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ (٤٦)

کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے جس کے تاوان سے یہ دبے جاتے ہوں۔

یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن توبیخ ان کو کی جا رہی ہے جو آپ پر ایمان نہیں لا رہے تھے۔

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ (٤٧)

یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جسے وہ لکھتے ہوں۔

یعنی کیا غیب کا علم ان کے پاس ہے' لوح محفوظ' ان کے تصرف میں ہے کہ اس میں سے جو بات چاہتے ہیں' نقل کر لیتے ہیں (وہاں سے لکھ لاتے ہیں) اس لیے یہ تیری اطاعت اختیار کرنے اور تجھ پر ایمان لانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں' ایسا نہیں ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ...
پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے (انتظار کر)
...وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ (٤٨)
اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جب کہ اس نے غم کی حالت میں دعا کی۔
لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ (٤٩)
اگر اسے اس کے رب کی نعمت نہ پا لیتی تو یقیناً وہ برے حالوں میں چٹیل میدان میں ڈال دیا جاتا۔
فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (٥٠)
اسے اس کے رب نے پھر نوازا اور اسے نیک کاروں میں کر دیا۔
وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ ...
اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں'
... لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ ...
درحقیقت یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہی ہے۔

... وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ (٥١)

جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (٥٢)

در حقیقت یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہی ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ...

پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر سے (انتظار کر)

فَاصْبِرْ میں فاء، تفریع کے لیے ہے۔
یعنی جب واقعہ ایسا نہیں ہے تو اے پیغمبر! تو فریضۂ رسالت ادا کرتا رہ اور ان مکذبین کے بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کر۔

... وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ (٤٨)

اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جب کہ اس نے غم کی حالت میں دعا کی۔

جنہوں نے اپنی قوم کی روش تکذیب کو دیکھتے ہوئے عجلت سے کام لیا اور رب کے فیصلے کے بغیر ہی از خود اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔

جس کے نتیجے میں انہیں مچھلی کے پیٹ میں' جب کہ وہ غم واندوہ سے بھرے ہوئے تھے' اپنے رب کو مدد کے لیے پکارنا پڑا۔ جیساکہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

لَوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ (٤٩)

اگر اسے اس کے رب کی نعمت نہ پالیتی تو یقیناً وہ برے حالوں میں چٹیل میدان میں ڈال دیا جاتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ اگر انہیں توبہ و مناجات کی توفیق نہ دیتا اور ان کی دعا قبول نہ فرماتا تو انہیں ساحل سمندر کے بجائے' جہاں ان کے سائے اور خوراک کے لیے بیل دار درخت اگا دیا گیا' کسی بنجر زمین میں پھینک دیا جاتا اور عنداللہ ان کی حیثیت بھی مذموم رہتی' جب کہ قبولیت دعا کے بعد وہ محمود ہو گئے۔

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (٥٠)

اسے اس کے رب نے پھر نوازا اور اسے نیک کاروں میں کر دیا۔

اس کا مطلب ہے کہ انہیں توانا و تندرست کرنے کے بعد دوبارہ رسالت سے نواز کر انہیں اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا۔
جیساکہ سورۂ صافات' ۱۴۶ سے بھی واضح ہے۔
اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
"کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں"۔ صحیح مسلم

وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ ...

اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں'

یعنی اگر تجھے اللہ کی حمایت و حفاظت نہ ہوتی تو ان کفار کی حاسدانہ نظروں سے تو نظرِ بد کا شکار ہو جاتا۔ یعنی ان کی نظر تجھے لگ جاتی۔

امام ابن کثیر نے اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے' مزید لکھتے ہیں:

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظر کا لگ جانا اور اس کا دوسروں پر' اللہ کے حکم سے' اثر انداز ہونا' حق ہے۔

'یہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے' چنانچہ احادیث میں اس سے بچنے کے لیے دعائیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ جب تمہیں کوئی چیز اچھی لگے تو ماشاء اللہ یا بارک اللہ' کہا کرو۔ تاکہ اسے نظر نہ لگے'

اسی طرح کسی کو کسی کی نظر لگ جائے تو فرمایا' اسے غسل کروا کے اس کا پانی اس شخص پر ڈالا جائے جس کو اس کی نظر لگی ہے۔

بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ تجھے تبلیغ رسالت سے پھیر دیں۔

...لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ (٥١)

جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔

یعنی حسد کے طور پر بھی اور اس غرض سے بھی کہ لوگ اس قرآن سے متأثر نہ ہوں' بلکہ اس سے دور ہی رہیں۔
یعنی آنکھوں کے ذریعے سے بھی یہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اور زبانوں سے بھی آپ کو ایذا پہنچاتے اور آپ کے دل کو مجروح کرتے۔

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (٥٢)

در حقیقت یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہی ہے۔

جب واقعہ یہ ہے کہ یہ قرآن جن و انس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے آیا ہے تو پھر اس کو لانے والا اور بیان کرنے والا مجنون (دیوانہ) کس طرح ہو سکتا ہے؟

© Copy Rights:
Zahid Javed Rana, Abid Javed Rana
Lahore, Pakistan
www.quran4u.com